اسلام کے اُصولِ قانون ☆

خالد سیف اللہ رحمانی

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين .

صدر عالی قدر، مہمانان ذی احترام، دانشوران گرامی، ہندوستان بھر کی مختلف دینی درسگاہوں سے آئے ہوئے اساتذہ کرام اور طلبۂ عزیز!

اسلامی علوم میں فقہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے، یہ ایک طرف قرآن وحدیث کا عطر ہے اور دوسری طرف ہر لمحہ رواں دواں زندگی سے مربوط ہے اور غور کیا جائے تو اس علم کا رشتہ تمام ہی اسلامی علوم سے ہے، قرآن وحدیث تو فقہ کے اصل مآخذ ہیں؛ اس لئے فقہ کا طالب علم تفسیر وحدیث سے مستغنی نہیں ہوسکتا، فقہ میں ارتداد اور الفاظ کفر کے تحت کلام وعقیدہ کے بھی بہت سے مسائل آجاتے ہیں، فقہاء نے اخلاقی احکام جیسے جھوٹ، غیبت، ریا اور کبر کو بھی اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے اور خاص کر حنفیہ کے یہاں حظر واباحہ کے باب میں اس سلسلہ کے بہت سے مسائل ملتے ہیں؛ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ تزکیہ واحسان اور علم الاخلاق کی روح بھی اس میں سمٹ گئی ہے، عربی زبان وادب، نحو وصرف کے قواعد اور بلاغت کے اُصول سے بھی ایک فقیہ کا واقف ہونا ضروری ہے؛ تاکہ کتاب وسنت کے الفاظ کا مصداق صحیح طور پر متعین کرسکے؛ اس لئے یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ بعض جہتوں سے فقہ تمام اسلامی علوم کا مغز اور اس کا نچوڑ ہے۔

علم فقہ کے معاون کئی علوم ہیں جن میں سرفہرست اُصولِ فقہ ہے؛ کیوں کہ فقہ دراصل معتبر علماء کے اجتہادات اور استنباطات کا مجموعہ ہے اور اجتہاد کا طریقہ اُصولِ فقہ ہی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے یہ اہم بلکہ اہم ترین فن ہے اور یہ بات قابل ذکر ہے کہ باضابطہ طریقہ پر اُصولِ قانون کو سب سے پہلے مسلمان علماء نے ہی مرتب کیا ہے، مستشرقین — جو مشکل ہی سے مسلمانوں کے علمی وفکری کمالات کا اقرار کرتے ہیں — کو بھی اعتراف ہے کہ

☆ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد کے اشتراک سے حیدرآباد میں 'اسلام کے اُصولِ قانون' کے موضوع پر ایک تربیتی سیمینار منعقد کیا تھا، یہ اسی موقع کا کلیدی خطبہ ہے۔

اس فن کو سب سے پہلے مسلمانوں نے وجود بخشا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان فقہاء نے نہایت دقتِ نظر، گہرائی اور گیرائی کے ساتھ اسلام کے اُصول وقانون کو مدون کیا ہے اور ان کو صرف ایک نظریہ کی حیثیت سے پیش نہیں کیا؛ بلکہ منطبق کر کے دکھایا ہے۔

حضرات گرامی! اس اہم علم سے متعدد فوائد متعلق ہیں :

۱- اسی فن کے ذریعہ اجتہاد اور اخذ واستنباط کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور احکام پر منصوص اور قیاسی دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں؛ اسی لئے اس علم کا فائدہ صرف فقہ ہی میں نہیں ہے؛ بلکہ تمام شرعی علوم میں ہے، اُصولِ فقہ جہاں استنباط کی صلاحیت پیدا کرتا ہے، وہیں اجتہاد واستنباط میں ہونے والی فکری غلطی سے بھی بچاتا ہے اور اس علم کے حامل کے لئے زبان وبیان کے مختلف اسالیب کو سامنے رکھتے ہوئے احکام کے درجات کو متعین کرنا بھی آسان ہوجاتا ہے۔

۲- یہ فن کتاب وسنت کی غلط تعبیر اور دین کی غلط تشریح کرنے والوں پر رد اور ان کے شبہات کے ازالہ کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے؛ کیوں کہ اُصولِ فقہ کے ذریعہ ہی استدلال واستنباط کی غلطی کو سمجھا اور آشکارا کیا جاتا ہے۔

۳- اُصولِ فقہ کے ذریعہ تمام ہی علوم شرعیہ — تفسیر، حدیث اور فقہ — میں بصیرت حاصل ہوتی ہے؛ بلکہ درایتی پہلو سے حدیث کی نقد وتحقیق کے قواعد عام طور پر اُصولِ فقہ ہی کے ذیل میں بیان کئے گئے ہیں، جن سے نہ صرف حدیث کے معانی اخذ کرنے میں فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے؛ بلکہ متن حدیث کی شہادت اور خارجی قرائن کی روشنی میں حدیث کے معتبر اور نامعتبر ہونے کا فیصلہ کرنے میں بھی ان کی بڑی اہمیت ہے۔

۴- ہر دور میں جو نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان پر احکام شرعیہ کی تطبیق اُصولِ فقہ میں درک ومہارت کے بغیر نہیں کی جاسکتی، خود اس دور میں پیدا ہونے والے بہت سے مسائل — عرف، مصالح مرسلہ، ضرورت وحاجت، سدذریعہ اور قیاس وغیرہ — سے متعلق ہیں، جب تک اُصولِ فقہ پر نظر نہیں ہوگی، ان پیش آمدہ مسائل کے بارے میں درست رائے قائم کرنا بھی ممکن نہیں ہوگا۔

غرض کہ اُصولِ فقہ ایک عظیم الشان علم شرعی ہے، اگر ''ادلۂ شرعیہ'' (کتاب وسنت اور اجماع وقیاس) علم ومعرفت کا خزانہ ہیں، تو اُصولِ فقہ اس کی کلید۔

حضرات! اسلامک فقہ اکیڈمی نے اسی اہمیت کے پیش نظر یہ تربیتی کیمپ رکھا ہے؛ اگر ہم اس علم کی روشن تاریخ پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ علوم اسلامی کی تدوین کے بالکل ابتدائی دور میں ہی یہ اہل علم کی توجہ کا مرکز بن گیا تھا، اس فن کے مدون اول کی حیثیت سے اہل تشیع نے عام طور پر امام باقرؒ کا ذکر کیا ہے؛ مگر اس پر کوئی علمی

شہادت موجود نہیں ہے، اہل سنت نے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ذکر کیا ہے، امام شافعیؒ کی کتاب ''الرسالۃ'' اس موضوع کی پہلی کتاب کی شکل میں آج بھی موجود ہے؛ لیکن ابن قطلو بغا، علامہ موفق الدین، علامہ ابن ندیم اور علامہ ابن ہمام نے نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کی تصنیف اس موضوع پر پہلی تصنیف ہے، موجودہ دور میں اس پر ایک واقعاتی شہادت بھی حاصل ہوگئی ہے، کہ علامہ ابوالحسین بصری معتزلی کی کتاب ''المعتمد فی اُصول الفقہ'' جو طویل عرصہ سے مخطوطہ کی شکل میں تھی، زیورِ طبع سے آراستہ ہوگئی ہے اور اس میں کثرت سے امام ابو یوسف کی کتاب سے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔

اس کے بعد یہ علم مسلسل ارتقا پذیر رہا اور تالیف کے اعتبار سے اس میں مختلف مناہج اختیار کئے گئے، جن میں ایک طریق ''طریق الشافعیۃ'' یا ''طریق المتکلمین'' کہلاتا ہے، جس میں اُصولِ قانون کو ان کی تطبیقات اور جزئیات سے قطع نظر کرتے ہوئے دلائل کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے، علامہ ابن حزم، علامہ ابوالولید باجی، علامہ ابواسحاق شیرازی، امام الحرمین جوینی، امام غزالی، امام رازی رحمہم اللہ وغیرہ جیسے اہل علم نے اس نہج پر اعلیٰ درجہ کی کتابیں تصنیف کی ہیں، دوسرا منہج وہ ہے جسے ''طریقۃ الفقہاء'' یا ''طریقۃ الحنفیۃ'' کہتے ہیں، جس میں جزئیات کو بنیاد بنا کر اُصول مقرر کئے جاتے ہیں اور اُصول اور ان کی جزئیات کے باہمی ربط کو واضح کیا جاتا ہے، امام بکر جصاص رازی، قاضی ابوزید دبوسی، فخر الاسلام بزدوی اور شمس الائمہ سرخسی وغیرہ کی تالیفات اسی منہج پر ہیں — اسی طرح ایک اور رجحان ان دونوں مناہج کی خوبیوں کو جمع کرتے ہوئے اُصولِ فقہ کی تالیف کا شروع ہوا، اس سلسلہ کی پہلی کاوش علامہ مظفر الدین ابن الساعاتی حنفی کی ہے، ان کے علاوہ علامہ تاج الدین عبدالوہاب سبکی، علامہ کمال الدین ابن ہمام وغیرہ کی تالیفات اس نہج پر اہم شمار کی گئی ہیں اور اسی طریقہ کو بعد کے ادوار میں زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔

اس موقع پر ایک اور خدمت کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ آٹھویں صدی ہجری میں علم وتحقیق کے مطلع پر بدر منیر بن کر علامہ ابواسحاق شاطبی مالکی (م: ۷۹۰ھ) پیدا ہوئے اور انھوں نے اپنی مایۂ ناز تالیف ''الموافقات'' مرتب فرمائی، جس کا نام انھوں نے ابتداءً ''التعریف باسرار التکلیف'' رکھا تھا، انھوں نے اُصولِ فقہ کے مسائل کو بیان کرنے کے لئے ایک جدید اور نہایت منطقی اور دل پذیر اُسلوب اختیار کیا اور اپنی کتاب کے قابل لحاظ حصہ کا موضوع ''مقاصدِ شریعت'' کو بنایا اور اسے اس خوبی کے ساتھ پیش کیا کہ اس کتاب سے نہ صرف فقہ کے اُصول معلوم ہوتے ہیں؛ بلکہ احکام شریعت کی مصالح، اس کی عقل اور انسانی ضرورت سے ہم آہنگی اور زندگی کی فطری ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت بھی واضح ہوتی ہے۔

موجودہ دور میں اُصولِ فقہ کو اس انداز پر مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اہل سنت والجماعت کے تمام

دبستانِ فقہ کا نقطۂ نظر سامنے آجائے ، ایسی کوششوں میں شیخ ابوزہرہ ، شیخ خضری بک ، شیخ عبدالوہاب الخلاف اورڈاکٹر وہبہ زحیلی کی کاوشیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ہندوستان کے علماء نے اُصولِ فقہ کے مقابلہ حدیث وفقہ کو زیادہ اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے؛ لیکن اُصولِ فقہ کے میدان میں بھی ان کی کاوشیں قابل لحاظ ہیں، اس سلسلہ میں خاص طور پر ملاعبدالحکیم سیالکوٹی (متوفی:۱۰۶۶ھ) کی ''حاشیہ تلویح وتوضیح''، علامہ محبّ اللہ بہاری (متوفی:۱۱۱۹ھ) کی ''**مسلم الثبوت** ''اور اس پر بحرالعلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی (متوفی:۱۲۲۵ھ) کی ''**فواتح الرحموت** ''، نیز شاہ ولی اللہ دہلوی کی ''**اسباب الاختلاف** ''اور ''**عقد الجید** ''مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی کے متعدد رسائل، شاہ اسماعیل شہید کی ''**اصول الفقه** ''نواب صدیق حسن خاں (متوفی:۱۳۰۸ھ) کے قلم سے علامہ شوکانی کی ''**ارشاد الفحول** '' کی تلخیص ''**حصول المامول** ''اور ایک ہندوستانی مصنف کے قلم سے اصول الشاشی کی شرح ''**فصول الحواشی** ''، نیز محبّ گرامی مولانا عبیداللہ اسعدی کی ''**الموجز فی أصول الفقه**'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں، اُردو زبان میں اُصولِ فقہ کے موضوع پر متعدد مختصر یا مفصل نیز نصابی اور مطالعاتی کتابیں موجود ہیں، جن میں اس حقیر کی تالیف ''آسان اُصولِ فقہ'' بھی شامل ہے۔

اس عہد میں اُصولِ فقہ کے موضوع پر جو گرانقدر خدمات انجام دی گئی ہیں، ان میں ایک قابل ذکر خدمت یہ ہے کہ اگر چہ کہ مقاصدِ شریعت کا موضوع بہت پہلے سے اُصولِ فقہ کا حصہ رہا ہے اور اس سلسلہ میں امام الحرمین، امام غزالی، علامہ عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ کی تحریریں موجود ہیں، نیز بعد میں — اس کو جیسا کہ مذکور ہوا — علامہ ابواسحٰق شاطبی نے اوجِ کمال تک پہنچایا ہے؛ لیکن چوں کہ نئے مسائل کو حل کرنے میں مقاصدِ شریعت کی بڑی اہمیت ہے؛ کیوں کہ مقاصد کی حیثیت دائمی اُصولوں کی ہے اور وہ شریعتِ اسلامی کے مزاج و مذاق کو ظاہر کرتے ہیں؛ اس لئے نئے مسائل کو حل کرنے میں ان سے بڑی مدد ملتی ہے، اسی پس منظر میں موجودہ عہد کے بعض محقق علماء نے اس کو ایک مستقل فن کی حیثیت سے اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور نہایت گہرائی کے ساتھ اُصول وقواعد منقح کئے ہیں، اس سلسلے میں المعہد العالمی للفکر الاسلامی کی خدمات نمایاں اور قابل قدر ہیں؛ البتہ یہ کہنا مداہنت ہوگا کہ مقاصدِ شریعت کے حوالہ سے ماضی قریب میں جو اجتہادات سامنے آئے ہیں، وہ سب کے سب قابل قبول ہیں؛ کیوں کہ جو احکام نصوص میں مذکور ہوں اور ان کے بارے میں یہ صراحت نہیں ہو کہ وہ ایک مخصوص زمانہ کے لئے ہیں، تو ان کی حیثیت دین کی حدود دار بعہ کی ہے اور وہ دائمی ہیں، مقاصدِ شریعت کے عنوان پر اس میں ترمیم نہیں ہوسکتی۔

حضرات! آج جس شہر میں آپ حضرات کا استقبال کیا جارہا ہے، وہ ہندوستان کا ایک علم خیز اور علم پرور خطہ رہا ہے، جسے ماضی میں ''بغدادِ ہند'' کہا جاتا تھا اور جس کے چپہ چپہ پر اسلامی ثقافت کی چھاپ اس طرح نمایاں تھی، جیسے کسی نیلگوں سمندر میں سورج کا عکس، محمد قلی قطب شاہ نے ۹۹۹ھ مطابق ۱۵۹۰ء میں اس شہر فرخندہ بنیاد کی خشت

اول رکھی تھی اور دکنی اُردو میں اپنے خالق سے دُعاء کی تھی :

مرا شہر لوگوں سوں مامور کردے

شاید یہ قبولیتِ دُعاء کا وقت تھا، اسی لئے یہ دُعاء ایسی مقبول ہوئی کہ نہ صرف یہ بستی بسی اور یہ ویرانہ آباد ہوا؛ بلکہ یہاں سے علم وادب کے چشمے بھی پھوٹے اور ایک عالَم نے اس سے فیض حاصل کیا، قلی قطب شاہ کو خود اپنے اس انتخاب پر ایسا ناز تھا کہ بعد میں انھوں نے کہا :

لطیف و دل کشا آب و ہوائے
مبارک منزلے فرخندہ جائے

اس شہر نے صرف بانی شہر ہی سے نہیں ؛ بلکہ ہر دور میں مختلف اہل علم وادب سے خراج تحسین وصول کیا ہے، مشہور شاعر ذوق کے استاذ شاہ نصیر نے اس شہر کو بہشت قرار دیا، داغ کو یہ شہر یورپ کے حسن وآرائش میں مشہور شہر — پیرس — کا ہم پلہ نظر آتا ہے، کہتے ہیں :

نہیں حیدرآباد پیرس سے کچھ کم
یہاں بھی سجے ہیں مکاں کیسے کیسے

ہندوستان کے بڑے گرامی قدر علماء مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ ، مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی ، پروفیسر الیاس برنی ، مولانا عبدالقدیر بدایونی ، مولانا حافظ محمد احمد دیوبندی ، علامہ شبلی نعمانی ، مولانا شبیر احمد عثمانی ، مولانا عبدالماجد دریاآبادی، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا ابوالوفاء افغانی، مادحِ رسول ماہرالقادری— رحمہم اللہ— اوران جیسی نہ جانے کتنی شخصیات ہیں جو یہاں خیمہ زن ہوئیں، اسی سرزمین میں علم وتحقیق اور شعروسخن کے چراغ جلائے اور دور دور تک اس کی روشنی پہنچی ، اسی طرح فضیلت جنگ مولانا انواراللہ فاروقی بانی جامعہ نظامیہ، محدث دکن مولانا عبداللہ شاہ صاحب، تحریک اسلامی کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، میدانِ تحقیق کے درِّ بے بہا ڈاکٹر حمیداللہ، مشہور واعظ مولانا حسام الدین فاضل اور سحر انگیز خطیب نواب بہادر یار جنگ — رحمہم اللہ — اسی سرزمین میں پیدا ہوئے اور یہیں سے ان کا چشمۂ فیض جاری ہوا۔

اس خطہ کو داعیانِ اسلام اور صوفیاءِ ذی احترام حضرت شاہ خاموش، شیخ مخدوم علاء الدین انصاری، شیخین یوسفین اور بابا شرف الدین — رحمہم اللہ — جیسے اہل دل کا مسکن بننے کا شرف بھی حاصل ہوا، یہیں سے اُردو زبان کے ابتدائی دواصحاب دیوان شعراء— محمد علی قطب شاہ اور ولی دکنی — کا نغمۂ جاں فزا بلند ہوا اور اُردو شاعری کی بنیاد پڑی، امجد حیدرآبادی جیسے مصلح اور مخدوم محی الدین جیسے انقلابی، نیز منفرد لب ولہجہ کے شاعر شاذ تمکنت اسی ارض ادب کی پیداوار میں سے ہیں، خاص کر اُردو نظم وغزل اور مزاح میں اس شہر کی ہمیشہ سے ایک شناخت رہی ہے

اوراس گئے گزرے دور میں بھی اس کی یہ شناخت باقی ہے۔

اسی شہر میں دائرۃ المعارف العثمانیہ کی ۱۹۲۳ء میں بنیاد پڑی، جس کے محرک فضیلت جنگ حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی تھے، اس ادارہ نے ایک سو چھبیس سال کے عرصہ سے میں ایک سو ستر کتابوں کو آٹھ سو جلدوں میں شائع کیا ہے، ۲۲ رجلدوں میں ابوالحسن ابراہیم بقاعی کی نادر تفسیر ''**نظم الدرر فی تناسب الآیات و السور**'' اُصول حدیث پر لکھی گئی ابتدائی تالیفات ''**الکفایة فی علم الروایه للخطیب البغدادی**'' اور ''**معرفة علوم الحدیث للحاکم النیشابوری**'' حدیث میں علامہ متقی ہندی کی ''**کنز العمال**'' علامہ حاکم نیشاپوری کی ''**المستدرک علی الصحیحین**'' علامہ ابوبکر بیہقی کی ''**السنن الکبریٰ مع الجوهر النقی لابن الترکمانی**'' ابوالمؤید خوارزمی کی ''**جامع مسانید الامام الأعظم أبی حنیفة**'' امام ابوجعفر طحاوی کی ''**مشکل الآثار**'' رجال واسانید میں ''**الاستیعاب لابن عبد البر ، تذکرة الحفاظ للذهبی ، تهذیب التهذیب لابن حجر**'' امام بخاری کی ''**التاریخ الکبیر**'' مولانا عبدالحیٔ حسنی کی ''**نزهة الخواطر**'' سیرت نبوی میں علامہ جلال الدین سیوطی کی ''**الخصائص الکبریٰ**'' فقہ میں امام محمد کی ''**کتاب الأصل**'' اور مختلف اسلامی وعربی علوم وفنون میں نہ جانے کتنی اہم کتابیں ہیں، جو پہلی بار اسی ادارے سے شائع ہوئیں اور اصحابِ علم وتحقیق کی آنکھوں کا سرمہ بنیں۔

یہیں دارالترجمہ قائم تھا، جس میں اسلامی وسائنسی علوم اور تاریخ وقانون وغیرہ کی سینکڑوں کتابوں ـــ جو عربی اور یورپی زبانوں میں تھیں ـــ کو اُردو کا جامہ پہنایا گیا، اب افسوس کہ یہ عظیم اُردو ذخیرہ آخر تعصب کی بھینٹ چڑھ گیا اور کچھ شر پسندوں نے اس عظیم علمی امانت کو نذر آتش کر کے تاتاریوں کی علم دشمنی کی تاریخ کو تازہ کر دیا، یہ شہر اپنے کتب خانوں کے لئے بھی مشہور رہا ہے اور یہاں کی مخطوطات کی لائبریری اسلامی اور عربی مخطوطات کی کثرت کے اعتبار سے خدا بخش لائبریری پٹنہ کی ہم پلہ ہے اور دنیا کی منتخب لائبریریوں میں اس کا شمار کیا جاتا ہے، آج بھی اس شہر میں متعدد بیش قیمت لائبریریاں موجود ہیں، یہیں اُردو کی پہلی یونیورسٹی عثمانیہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا، افسوس کہ انڈین یونین کے انضمام کے بعد اس کا لسانی کردار ختم کر دیا گیا، اُردو کی دوسری یونیورسٹی مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی بھی آج اسی شہر میں قائم ہے، یونیورسیٹیاں، ماڈرن ایجوکیشن کے اقلیتی اداروں اور دینی مدارس وجامعات کی کثرت، موجودہ حالات میں بھی اس شہر کی پہچان ہیں، الغرض کہ حیدرآباد کی عظمت رفتہ پر اگر چہ کہ عداوت وعناد کے گہرے زہر آلود تیر آزمائے گئے؛ لیکن اس شہر نے ایک نئی صبح اور نئی زندگی کے ساتھ کروٹ لی ہے اور آج نہ صرف ہندوستان؛ بلکہ دنیا کے نقشہ پر اس کی ایک پہچان ہے۔

حضرات! اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا جو اس پروگرام کی اصل داعی ہے، کا قیام فقیہ الامت حضرت مولانا

قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ کے ہاتھوں بیس سال پہلے عمل میں آیا،عصر حاضر میں پیدا ہونے والے فقہی مسائل کا شریعت کی روشنی میں حل تلاش کرنا، اجتماعی غور وفکر کے ذریعہ ایسے مسائل کے بارے میں اُمت کی رہنمائی کرنا، نوجوان فضلاء کی فقہی وعلمی تربیت کرنا اور جدید فکری اور فقہی مسائل پر مستند اور معیاری لٹریچر فراہم کرنا، نیز ہندوستان اور عالم اسلام کے علماء اور علمی اداروں کی خدمات سے ایک دوسرے کو واقف کرانا اس ادارہ کے اہم مقاصد ہیں؛ چنانچہ نئے مسائل کے حل کے لئے اکیڈمی نے اب تک اٹھارہ عالمی سطح کے سیمینار کئے ہیں، جن میں ڈیڑھ سو سے زیادہ فقہی فیصلے کئے گئے، ان فیصلوں کو نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں بھی قدر ووقعت کی نظر سے دیکھا گیا ہے، تربیتی نقطۂ نظر سے اس نے ملک کے مختلف علاقوں میں ۲۴ پروگرام رکھے ہیں، جن سے دینی مدارس اور عصری درسگاہوں کے سینکڑوں فضلاء نے استفادہ کیا ہے، اس نے اہم ترین علمی وفقہی موضوعات پر تقریباً سو کتابیں شائع کی ہیں اور کویت سے شائع ہونے والی عظیم الشان فقہی موسوعہ کی ۴۵ جلدوں کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے اور اکیڈمی کے مختلف سیمیناروں کے مقالات کے تیس سے زیادہ مجموعے طبع ہو چکے ہیں اور تقریباً اتنے ہی باقی ہیں، جو اُردو زبان میں عصر حاضر کے فقہی مسائل پر ایک انسائیکلوپیڈیا کا درجہ رکھتا ہے، اس کے سیمیناروں میں ہندوستان ، عالم اسلام اور عالم عرب کے منتخب وممتاز علماء کی شرکت ہوتی رہی ہے اور اس کی انتظامیہ بھی ملک کے جید فقہاء واصحابِ افتاء پر مشتمل ہے، اس وقت آپ جس پروگرام کا افتتاح کر رہے ہیں، وہ بھی ایسی ہی کاوشوں کا ایک حصہ ہے۔

حضرات! المعہد العالی الاسلامی اکیڈمی کا شکر گذار ہے کہ اس نے اسے اس اہم پروگرام کی میزبانی کا موقع دیا اور حیدرآباد جیسے علمی، ادبی اور ثقافتی شہر — جو شمال وجنوب کے سنگم کی حیثیت رکھتا ہے — کا اس اہم پروگرام کے لئے انتخاب کیا، یہ ادارہ فضلاء مدارس کی تربیت اور افراد سازی کے جذبہ کے تحت قائم ہوا ہے، اس ادارہ کا بنیادی ہدف یہ ہے کہ علماء جس میدان میں کام کریں، اس میں بہتر کارکن ثابت ہوں، خواہ وہ تدریس وتعلیم کا میدان اختیار کریں، لوح وقلم کو اپنی خدمت کا وسیلہ بنائیں، دعوت دین کا فریضہ انجام دیں، صحافت کا راستہ اختیار کریں، منبر ومحراب کو زینت بخشیں، تنظیمی کاموں کا حصہ بنیں، اسلام پر ہونے والی فکری یلغار کا جواب دیں، اسلامی مالیاتی اداروں میں رہنمائی کے منصب پر فائز ہوں، جہاں ہوں اور جس کام میں ہوں، وہاں امتیازی حیثیت کے حامل ہوں اور اس کام کو بصیرت، شعور، زمانہ شناسی، دردمندی اور سلیقہ شعاری کے ساتھ انجام دیں۔

بحمد اللہ معہد ان مقاصد کی طرف بتدریج بڑھ رہا ہے، اب تک یہاں سے ۴۳۹ فضلاء نے تربیت حاصل کی ہے، جن میں ایک بڑی تعداد دینی وعصری درسگاہوں میں مختلف مراحل کی تدریس سے وابستہ ہے، تقریباً تیس فضلاء افتاء اور قضاء کی خدمت انجام دے رہے ہیں، ایک درجن سے زیادہ فضلاء وہ ہیں جو اُردو اور انگریزی صحافت سے وابستہ ہیں، چند وہ بھی ہیں جو اسلامی طرز پر کام کرنے والے مالیاتی اداروں میں شرعی رہنمائی پر مامور

ہیں اور ایک بڑی تعداد ماشاء اللہ ان فضلاء کی ہے، جو اپنے اپنے زیر اثر علاقوں میں برادرانِ وطن میں دعوتِ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اس دس سال کے عرصہ میں قرآنیات، حدیث، فقہ اور دعوت کے متعلق عصری مسائل پر زیر تربیت فضلاء نے جو کام کئے ہیں وہ ۱۱۶ موضوعات پر ہیں اور تقریباً پچاس ہزار صفحات پر مشتمل ہیں، یہ مقالات اُردو، عربی، انگریزی، ہندی، تلگو اور بنگلہ میں لکھے گئے ہیں اور بحمد اللہ نہ صرف ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے فضلاء مدارس یہاں رُجوع ہوتے ہیں؛ بلکہ امریکہ، برطانیہ اور ساؤتھ افریقہ تک اس ادارہ کا فیض پہنچ چکا ہے۔

اس وقت ایک ایسے مالیاتی نظام کی ضرورت ہے، جو سود و قمار اور شرعی و اخلاقی قباحتوں سے خالی ہو، یہ نہ صرف اسلامی نقطۂ نظر سے ضروری ہے؛ بلکہ اشتراکیت کی ناکامی، سرمادارانہ نظام کی زبوں حالی، دولت کی تقسیم کے بجائے اس کے ارتکاز کا بڑھتا ہوا رجحان اور محنت کاروں کے ساتھ ظلم و ناانصافی کے پس منظر میں انسانی نقطۂ نظر سے بھی اسلامی نظام معیشت کا قیام بہت بڑی ضرورت ہے، اس وقت ایسے علماء اور مسلمان معاشی ماہرین کی ضرورت ہے جو ایک طرف سرمایہ دارانہ نظام کے نقصانات اور اسلامی نظامِ معیشت کی نافعیت کو واضح کریں اور دوسری طرف اسلامی طرز پر مالیاتی اداروں کی رہنمائی کر سکیں، اسی مقصد کے تحت المعہد العالی الاسلامی فارغین افتاء کے لئے اسلامک فائنانس کا کورس شروع کر رہا ہے اور چاہتا ہے کہ جولائی ۲۰۱۰ء سے معاشیات پڑھے ہوئے عصری اداروں کے طلبہ کے لئے بھی اس کورس کا آغاز کرے، چنانچہ آج کے اس اجلاس سے فارغین افتاء کے لئے رسمی طور پر اسلامک فائنانس کا آغاز کیا جا رہا ہے۔

اخیر میں صدر اجلاس کے ہم شکر گزار ہیں کہ جن کے ذریعہ اس پروگرام کو رونق حاصل ہو رہی ہے، ہم اپنے عرب مہمانوں —— ڈاکٹر صلاح سلطان، ڈاکٹر عبد المجید سوسوا اور ڈاکٹر مسفر قحطانی —— کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں، جنھوں نے اکیڈمی کی دعوت پر سفر کی زحمت گوارا کی اور ہندوستان کے نوجوان اساتذۂ فقہ اور منتہی طلبہ کو استفادہ کا موقع دیا، ہم مہمانانِ خصوصی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ یہاں تشریف لائے اور آپ تمام شرکاء اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے اساتذہ وطلبہ کے بھی شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہماری حقیر آواز پر لبیک کہا اور سب سے بڑھ کر حمد وستائش اور شکر وسپاس اللہ کے لئے ہے کہ :

جو کچھ ہوا ہے ، ہوا ہے کرم سے تیرے
جو بھی ہوگا ، تیرے کرم سے ہوگا

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

❍ ❍ ❍